مولانا عبدالستار رفاعی

عالم اسلام کے مایۂ ناز فرزند

امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند!

"کل نفس ذائقۃ الموت" کے مصداق ہر متنفس نے موت کا مزا چکھنا ہے اور فنا کی سنگلاخ وادی سے گذرنا ہے۔ لیکن بعض خوش قسمت انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو صفحۂ ہستی سے نابود ہونے کے باوجود تاریخ کے صفحات پر زندہ جاوید نقوش چھوڑ جاتے ہیں اور زندہ انسانوں کے دلوں میں بقیدِ حیات رہتے ہیں۔ اس قسم کے خرم نصیب وہی لوگ ہوتے ہیں جن پر فضلِ ایزدی کوئی کمال ارزاں کر دیتا ہے وہ اس کمال کو بروئے کار لا کر حیاتِ جاوداں سے شادکام ہوتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ بھی ایسے موہوب من اللہ عظیم المرتبت انسان ہیں۔ جنہیں ہم سے جدا ہوئے صدیاں بیت گئیں۔ لیکن اپنی خدماتِ جلیلہ اور مساعی جمیلہ کی وجہ سے امتدادِ زمانہ کے باوجود آج بھی ان کی مقبولیت اور شہرت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ دنیا میں دینی خدمت کا جذبہ رکھنے والے باکمال اہلِ فن بہت کم ایسے ہوں گے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شریک و سہیم ہو سکتے ہیں۔

ذیل میں ہم اس بلند پایہ محدث کی خدماتِ جلیلہ کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں:

نام ونسب :

(امام المحدثین) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن المغیرہ بن بردزبہ ـ

ولادت ونشأت :

محمد بن اسماعیل جو آگے چل کر سید الفقہاء ، امیر المومنین فی الحدیث کے القاب سے مشہور ہوئے ، ۱۳ ر شوال ۱۹۴ھ بعد از نمازِ جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے ۔ امام صاحب کے والدِ محترم بھی پائے کے محدث اور امام مالکؒ کے خصوصی شاگردوں سے تھے ۔ والدہ ماجدہ بھی بڑی عابدہ ، زاہدہ تھیں ۔ امام صاحب خود بھی فطرتِ سلیم کے مالک تھے ۔ گھر میں دینداری کی فضا اور اچھا ماحول تھا ۔ بنابریں امام موصوف کی اٹھان بھی خوفِ خدا اور تقوٰی شعاری پر ہوئی ۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں آپ کی تربیت کے سلسلہ میں نہایت جامع جملہ نقل کیا ہے :

"فقد ربی فی حجر العلم حتی ربا وارتضع ثدی الفضل فکان فطامہ علی ھذا اللباء "

یعنی آپ نے علم کی گود میں پرورش پائی اور علمی ماحول میں پروان چڑھے ، علم وفضل کے منبع سے شیر خواری ہوئی اور عقل ودانش پر فطام واقع ہوا ۔"

جذبۂ تحصیلِ علم :

حکمتِ الٰہی کے بھید کون جان سکتا ہے ؟ اکثر بڑے لوگوں کی طرح امام بخاریؒ بھی صغر سنی میں ہی اپنے پدرِ بزرگوار کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے ۔ لہٰذا آپؒ کی کفالت وتربیت والدہ کے حصے میں آئی جو شب بیدار اور تہجد گذار تھیں ۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو خود بخود اپنے دل میں تحصیل علومِ اسلامیہ کا جذبہ موجزن پایا ۔ آپ کے شاگرد محمد بن ابی حاتم لکھتے ہیں :

"سمعت البخاری یقول الھمت حفظ الحدیث وانا فی المکتب "

یعنی میں ابتدائی مکتب میں تھا کہ خدا تعالیٰ نے حفظِ حدیث کا شوق میرے

دل میں پیدا کر دیا "
وراق کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ آپ کی شوق پیدا ہونے کے وقت عمر کیا تھی؟ فرمایا کہ:

"عشر سنین او اقل "

"دس سال یا اس سے بھی کم!"

حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری میں "شوقِ حدیث در صغر سنی" کے متعلق ایک عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں:

"علامہ داخلی جو بخارا کے بہت بڑے محدث تھے، حسبِ معمول اپنی درسگاہ میں درس دے رہے تھے، دورانِ درس انہوں نے ایک حدیث کی سند یوں پڑھی: "سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم" جس کا مطلب یہ ہے کہ ابوالزبیر اس حدیث کو ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ بھی اس دن اتفاق سے شریکِ درس تھے، عرض کی کہ:

"ان ابا الزبیر لم یرو عن ابراھیم"

یعنی "ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے"

علامہ داخلی نے گیارہ سالہ لڑکے کی اس جسارت کو "دخل در معقولات" تصور فرمایا، ڈانٹ کر خاموش ہونے کو کہا، امام بخاریؒ نے دوبارہ نہایت سنجیدگی سے فرمایا کہ "اس کی اصل سے مراجعت کر کے تحقیق کر لیں" جب تحقیق کی گئی تو امام موصوف کی بات صحیح نکلی۔ گھر واپس آکر امام بخاری سے پوچھا، "کیف ھو یا غلام؟" عزیزم! صحیح سند کیسے ہے؟" امام صاحب نے فوراً کہا "الزبیر وھو ابن عدی عن ابراھیم"، علامہ داخلی نے قلم سے تصحیح کر لی۔

کسی نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ تو فرمایا کہ گیارہ سال!"

حقیقت یہ ہے کہ ایسی شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ رہتی دنیا تک لوگ اس تابناک اور درخشاں ہستی پر فخر و مباہات کرتے ہیں ـــــ تاریخیں اس کے غازۂ صفات

سے آراستہ اور یادداشتیں اس کے گلگونہ کمالات سے پیراستہ ہوکر رعنائی و زیبائش حاصل کرتی ہیں۔ بعد میں آنے والے لوگ اس کے حالاتِ زندگی، دینی خدمات اور علمی کمالات کے تذکرے نہایت شوق سے پڑھتے اور سنتے ہیں اور فرطِ حیرت سے بحرِ استعجاب میں غرق ہو جاتے ہیں۔

آپ کی عمر بمشکل سولہ برس کی ہوگی کہ جب اپنے گردوپیش کے تمام فضلاء کا ذخیرۂ حدیث اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ اسی سال ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بڑے بھائی احمد کے ہمراہ حج کے لئے گئے۔ حج مکمل کرکے والدہ اور بھائی تو واپس ہو گئے لیکن آپ کے علمی ذوق نے مکہ معظمہ میں قیام کرنے پر مجبور کر دیا۔ دو سال تک شیوخ مکہ سے مستفید ہوتے رہے اور اپنے ذوق کی خوب تسکین کی۔ بعد ازیں آپ مدینہ شریف چلے آئے یہاں آپ نے چھ سال قیام کیا۔ اور شیوخ مدینہ سے تحصیلِ حدیث کی۔ اسکے بعد اپنی علمی تشنگی دور کرنے کے لئے بصرہ، کوفہ، شام، بغداد، مصر، سمرقند، تاشقند، مرو، بلخ، ہرات اور نیشاپور کا سفر اختیار کیا اور تقریباً ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کرکے عظیم سرمایۂ حدیث اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں جعفر بن محمد بن حطان کی روایت سے امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں:

"کتبت عن الف شیخ من العلماء وزیادۃ ولیس عندی حدیث الا اذکر اسنادہ" (مقدمہ فتح الباری)

"یعنی میں نے ایک ہزار اساتذہ و شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور بلا سند کوئی حدیث یاد نہیں رکھتا۔"

ایک پیشگوئی:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:

"لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ"

"یعنی دین اسلام اگر ثریا ستاروں جتنی بلندی پر ہو تو بھی فارس کا ایک آدمی (یا فارسی النسل) اسے ضرور حاصل کرے گا۔"

حافظ ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کے دادا کے متعلق مقدمہ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

"کان بردزبہ فارسیا علیٰ دین قومہ"

یعنی امام بخاریؒ کے دادا فارسی النسل اور اپنا قومی مذہب رکھتے تھے۔

اکابر محدثین نے مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق امام بخاریؒ کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ عجمی النسل افراد میں سے امام بخاریؒ کے علاوہ اور کسی کو ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا

ایک اور حیرت انگیز واقعہ:

امام بخاریؒ کی بصارت صغرسنی ہی میں کسی وجہ سے خراب ہو گئی۔ والدہ نے اطباء سے علاج کرایا لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ چونکہ آپ کی والدہ بہت عابدہ تھیں اور خدا کے حضور عاجزی اور انکساری سے دعا کرنا قسّامِ ازل نے وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا، اس لئے اپنے لختِ جگر کی بحالیٔ بصارت کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا رہتیں۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تیرے دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی آنکھیں درست کر دی ہیں" آپ فرماتی ہیں کہ "میں نے اٹھ کر بیٹے کو دیکھا، اس کی بینائی واقعی بحال ہو چکی تھی۔"

اسی طرح طالب علمی کے زمانہ میں جب آپ دھوپ اور گرمی میں سفر کرتے، آپ کی بینائی جاتی رہی۔ جب آپ خراسان پہنچے تو کسی نے تبلایا کہ آپ اپنا سر منڈوا کر اس پر گلِ خطمی کا لیپ کریں۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور آپ کی بینائی دوبارہ لوٹ آئی۔

(باقی آئندہ، ان شاء اللہ!)